زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہونے والی معاشرتی برائیاں اوران کا سد باب (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ)

Social Evils Caused by Bad Language and its Prevention (A Critical Evaluation in the Light of Islamic Teachings)

سید مبارک شاہ- سعید الحق جدون

Abstract

Tongue has a great position in the body of a person from other organs. It plays pivotal role in the character building of a person. Always good language has a positive result while bad language results disapprovingly. Just as it has great position similarly many social evils are caused by bad language therefore, it is considered necessary to take care of language even with disbelievers as Allah says in Quran. "And insult not those whom they (disbelievers) worship besides Allah, lest they insult Allah wrongfully without knowledge". (Al-An'am: 108) The present article discusses some very common social issues caused by bad language.

تعارف:

زبان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک بڑی نعمت ہے' اس نعمت کا صحیح استعمال معاشرے کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کیونکہ زبان کا بگاڑ پورے جسم کا بگاڑ ہے اور اجسام کی بگاڑ پورے خاندان اور معاشرے کی بگاڑ اور فساد کا سبب بنتا ہے' کہنے کو یہ چھوٹی سی زبان گوشت کا ایک لوتھڑا ہے لیکن نتائج کے اعتبار سے یہی زبان انسان کو جنت تک بھی پہنچا دیتی ہے اور جہنم میں اوندھے منہ بھی گرا دیتی ہے اس کے ذریعے انسان اگر چاہے تو معاشرے کی اصلاح بھی کر سکتا ہے' اور اگر چاہے تو معاشرے میں ہنگامے بھی برپا کر سکتا ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

زبان کو غلط حرکت دینے سے بیس بڑے گناہ وجود میں آتے ہیں جن میں جھوٹ، غیبت، چغل خوری، بہتان، الزام تراشی، فضول بحث، فحاشی، گالی گلوچ، پُر تکلف مصنوعی گفتگو، لعن طعن، گانا بجانا، دوسروں کا مذاق اڑانا، وعدہ خلافی کرنا، راز فاش کرنا، چاپلوسی کرنا، خوشامد کرنا اور دینی معاملات میں غیر محتاط گفتگو کرنا شامل ہیں۔ یہ سب بڑے گناہ زبان کو حرکت دینے اور بولنے سے وجود میں آتے

ہیں۔ جبکہ زبان پر قابو پانے اور خاموش رہنے میں ان سب گناہوں سے نجات ہے۔(۱)

زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہونے والی ان معاشرتی برائیوں کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے کے ہر فرد اور ہر گھر تک زبان کی حفاظت کے حوالے سے متعلق اسلامی تعلیمات پہنچائے جائیں تاکہ وہ ان تعلیمات سے رہنمائی لے کر معاشرے کے بگاڑ اور فساد کا موجب نہ بنیں۔

زبان کی حفاظت قرآن کی نظر میں

زبان کے غلط استعمال کی وجہ سے اس کی فتنہ انگیز تباہ کاریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن نے اس کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ قرآن نے کامیابی کا سبب ہی بیکار باتوں سے دور رہنے میں قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ O الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ O وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۲)

"تحقیق ان مومنوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں' اور بیکار باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔"

لغو سے مراد ہر وہ قول و فعل ہے جو زندگی کے اصل مقصود "رضائے الٰہی" سے غافل کرنے والا ہو' قطع نظر اس سے کہ وہ مباح ہے یا غیر مباح (۳)

جب کفار مسلمانوں کے خلاف زبان کا غلط استعمال کرتے تو اس وقت آپ ﷺ کیا عمل کرتے تھے' قرآں نے اس مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ (۴)

"اور جب وہ کوئی فضول بکواس سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں"

یہی مضمون دوسرے مقام پر یوں بیان ہوا ہے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (۵)

"اور اگر کسی بے ہودہ چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں''

قرآن نے ایک مقام پر زبان سے نکلے ہر ہر لفظ کے حساب لینے کی تاکید کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (۶)

"انسان کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلتا مگر اس کے پاس نگہبان تیار رہتا ہے۔"

زبان کے غلط استعمال سے بچنے کے لئے قرآن نے ایک آسان نسخہ بتایا ہے جس پر عمل کر کے ہم ان مصیبتوں اور پریشانیوں سے نکل سکتے ہیں وہ نسخہ ہے "زبان کی حفاظت اور اصلاح" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (۷)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو تاکہ تمہارے واسطے تمہارے کام سنوار دے اور تمہاری گناہوں کو بخش دے۔"

اس آیت کریمہ میں مومنوں سے یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر تم نے اپنی زبان کو غلطی سے روک لیا، کلام درست اور بات سیدھی کرنے

کے خوگر ہوگئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی اصلاح فرمائیں گے اور جو تقصیرات ہوئی ہیں ان کو معاف فرمادیں گے۔

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جس حکم کی تعمیل میں مشقت اور دشواری ہو تو اس سے پہلے "اتقوا اللّٰہ" کی تلقین کرتے ہیں تاکہ یہ کام آسان ہو جائے، زبان پر قابو پانا، زبان کے غلط استعمال سے بچنا اور صحیح استعمال کرنا آسان کام نہیں۔ اس لیے "اتقوا اللّٰہ" کے بعد "قولوا قولاً سدیدا" فرما کر اس بات کی ہدایت فرمادی کہ تقوی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ لوگوں کو اپنی زبان سے ایذاء دینا ہے۔ چاہے وہ چغل خوری ہو، یا الزام تراشی، گالی گلوچ ہو یا لعن طعن، بہر حال انسان کو تقویٰ اس وقت آسان ہو جائے گی جب وہ غلط زبانی چھوڑ دے۔(۸)

زبان کی حفاظت اور تعلیماتِ نبویؐ

زبان کی اصلاح اور حفاظت ایمان کی حفاظت کے مترادف ہے جو شخص اپنی زبان قابو میں نہیں رکھتا وہ اکثر پریشان رہتا ہے جس کی زبان اس پر حکمران ہو، تو وہی اس کی ہلاکت کا فیصلہ کرتی ہے، یہ زبان ہی ہے جو دوست کو دشمن بناتی ہے۔ اگر زبان کی حفاظت نہ کی جائے تو اس سے بے شمار اقسام کی خباثتیں نکلتی ہیں۔ مثلاً جھوٹ، غیبت، شکایت، بے صبری، بدزبانی، جھگڑا، عیب جوئی، نکتہ چینی، طعنہ زنی وغیرہ ان سب گناہوں کی الہ کار زبان بنتی ہے۔ زبان کی حفاظت میں دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ اگر انسان فضول بولنے کی عادت ترک کردے اور حتی الامکان خاموشی کا راستہ اختیار کرلے تو دنیا میں فتنوں سے اور آخرت میں گناہوں سے نجات ہوگی۔ زبان کی حفاظت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ارشاد اصل اصول ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

"المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ"(۹)

" مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

یہ حدیث معاشرت کی بنیاد ہے جس میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رکھنے کو افضل اعمال قرار دیا ہے۔ من لسانہ ویدہ میں زبان کو ہاتھ پر مقدم فرمایا یہ اس وجہ سے کہ زبان سے نقصان پہنچانا عام بھی ہے اور آسان بھی۔ اور زبان کی ایذائیں ہاتھ کے ایذاؤں سے زیادہ ہیں۔ اس کے علاوہ زبان کی اذیت ہاتھ کی اذیت سے زیادہ المناک بھی ہے۔(۱۰)

جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ

جراحات السنان لھا التیام

ولا یلتام ماجرح اللسان

"تلوار کی زخمیں تو بھر جاتے ہیں لیکن زبان کا زخم نہیں بھرا کرتا"(۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا: "اسے قابو میں رکھو" انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! "جس کے ذریعے ہم کلام کرتے ہیں کیا اس کے متعلق بھی پوچھ گچھ ہوگی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو دوزخ میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے وہ اس زبان کی کاٹی ہوئی کھیتی ہی تو ہے۔"(۱۲)

ان گناہوں سے بچنے کے لیے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا حکیمانہ گُر بتایا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان زبان کی آفتوں اور شرارتوں سے مصوٴن ومامون ہو سکتا ہے اور وہ گُر ہے "خاموشی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "من صمت نجا" (۱۳) "جو شخص کلام بد سے چپ رہا اس نے دین و دنیا میں نجات پائی۔"

زبان کی حفاظت اور افکار اسلاف

ہمارے اکابر و اسلاف زبان کے استعمال میں احتیاط سے کام لیتے تھے۔ جب تک کوئی ضرورت یا حاجت داعی نہ ہو تا تو بلاوجہ بولنے سے پرہیز کرتے تھے۔ اکابر و اسلاف کی تاریخ پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء وصلحاء اور مشائخ زبان کی حفاظت میں کس حد تک احتیاط کرتے رہے۔ اور اس سلسلے میں امت کو کیا نصیحت کر گئے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں زمین پر زبان کو طویل عرصہ تک قید میں رکھنے سے زیادہ ضروری کام کوئی اور نہیں ہے۔" (۱۴) حضرت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جس کام سے واسطہ نہ ہو اسے چھوڑ دو، جو معاملہ تم سے متعلق نہ ہو اس میں بات نہ کرو اور زبان اسی طرح محفوظ رکھو جیسے اپنے پیسوں کو محفوظ رکھتے ہو۔" (۱۵) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے کہ: "جس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی اس نے دین کو نہیں سمجھا۔" (۱۶) ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "دانائی کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جو برے آدمی کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ برائی سے نہیں بچ سکتا۔ جو برائی کی جگہوں میں جاتا ہے وہ تہمت سے نہیں بچ سکتا اور جو زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔" (۱۷) ایک قریشی بزرگ سے منقول ہے: "کہ ایک عالم سے پوچھا گیا۔ آپ اکثر خاموش کیوں رہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: "میں اپنی زبان کو کاٹنے والا درندہ سمجھتا ہوں۔ اگر میں نے اسے آزاد چھوڑا تو یہ مجھے کاٹ لے گی۔" (۱۸) ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ انسان دو خصلتوں کی وجہ سے ہلاک ہوتے ہیں۔ ایک فضول خرچی اور دوسری فضول گوئی۔ (۱۹)

زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہونے والی برائیاں

زبان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک بڑی نعمت ہے، اس نعمت کا صحیح استعمال ہر ذمہ دار کا فرض ہے، دنیا میں زیادہ تر نقصانات زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدمی کی زیادہ غلطیاں اس کی زبان سے سرزد ہوتی ہیں، جھوٹ، غیبت چغل خوری، طعن و تشنیع اور بہتان جیسے عظیم گناہوں کے ارتکاب کا ذریعہ زبان ہی ہے، اس لئے اسلام نے ان تمام جرائم کے سدِباب کیلئے زبان پر قابو رکھنے کا حکم دیا ہے۔

ایک شخص نے جعفر برمکی سے پوچھا کہ " ایک بندے میں کتنے عیب ہوتے ہیں" جعفر برمکی رحمہ اللہ نے کہا "عیب تو بے شمار ہوتے ہیں مگر ایک خوبی ایسی بھی ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کے تمام عیوب پر پردہ پڑ تا ہے" سائل نے پوچھا "وہ خوبی کونسی ہے "جعفر نے کہا" زبان پر قابو پانا۔" (۲۰)

زبان کے غلط استعمال سے لوگوں کے دلوں کو اذیت پہنچتی ہے حالانکہ مسلمانوں کو ایذا رسانی سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہے۔(۲۱)

ذیل میں زبان کے غلط استعمال سے پیدا ہونے والی چند معاشرتی برائیوں اوران کے سد باب کے لئے لائحہ عمل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کی جاتی ہیں۔

غیبت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے ایسے عیب کو پیٹھ پیچھے ذکر کیا جائے جس کے ذکر کو وہ پسند نہ کرتا ہو' خواہ وہ عیب اس کے بدن میں ہو یا دین اور دنیا میں' اس کے نفس میں ہو یا اخلاق اور مال میں "(۲۲)

کسی کے دین کے بارے میں غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ وہ بدکار ہے' فاسق ہے' چور ہے' خائن ہے' وغیرہ کسی کی عادت کے بارے میں غیبت کی مثال یہ ہے کہ وہ بے ادب ہے' بہت بولتا ہے' زیادہ کھاتا ہے' بے وقت سوتا ہے' کسی کے جسم سے متعلق غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ وہ اندھا ہے' لنگڑا ہے' بہرا ہے' لمبا ہے یا کالا ہے وغیرہ کسی کے اخلاق کے بارے میں غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ وہ بد خلق ہے' متکبر ہے جلد باز ہے' کمزور دل ہے یا جذباتی ہے' وغیرہ کسی کے لباس کے بارے میں غیبت کی مثال جیسے یہ کہنا کہ اس کی آستین بڑی ہے۔ دامن لمبا ہے' قمیص میلا ہے وغیرہ' ان چند مثالوں سے باقی صورتوں سے متعلق کسی کی غیبت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔(۲۳)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے غیبت کے کئی اسباب بیان فرمائے ہیں۔

۱۔۔۔۔۔۔غیبت کرنے والے کے دل میں اپنے ہدف کے بارے میں جو غیظ وغضب ہوتا ہے' برائیوں کے ذکر کرنے سے اسے سکون ملتا ہے۔

۲۔۔۔۔۔۔غیبت کرنے والا دوسروں کے بارے میں بدگمان ہوتا ہے' یہی بدگمانی اسے غیبت میں مبتلا کر دیتی ہے۔

۳۔۔۔۔۔۔اسے اپنی تعریف اور دوسروں کی تنقیص میں مزہ آتا ہے۔

۴۔۔۔۔۔۔لوگوں کی زبان سے جب کسی کی تعریف سنتا ہے' تو حسد میں مبتلا ہو کر اسکے عیوب بیان کرنے لگتا ہے۔

۵۔۔۔۔۔۔استہزا اور تحقیر کی وجہ سے غیبت کا ارتکاب کرتا ہے۔(۲۴)

غیبت کا اصل علاج علم وعمل ہے' اس گناہ میں مبتلا شخص کو چاہیے کہ غیبت کے بارے میں کتاب وسنت میں وارد وعیدوں کا استحضار کرے' اوران نقصانات کو سامنے رکھے جو غیبت پر مرتب ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ غیبت کرنا ایسا ہے جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ سورہ حجرات میں ہے:

" اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقیناً بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور ٹوہ میں نہ لگا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے' سو گھن آتا ہے تم کو اس سے۔(۲۵)

غیبت کی جائز صورتیں

غیبت حرام ہے جیسا کہ مندرجہ بالا نصوص سے ثابت ہوا' لیکن بعض صورتوں میں سے کسی مصلحت کی تحت حلال ہو جاتی ہے' شریعت نے ان صورتوں کی تصریح کی ہے(۲۶) مثلاًیہ کہ اگر کوئی شخص مظلوم ہے تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حاکم و قاضی کے سامنے ظالم کا ظلم بیان کرے۔ یا اگر کسی برائی کو روکنے کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت ہو تو جس سے مدد کی امید ہو اس سے برائی کرنے والے کی برائی ذکر کرنا جائزہے۔ اسی طرح فتوی حاصل کرنے کیلئے مفتی سے یوں کہنا کہ فلاں نے مجھ پر ظلم کیاہے۔ یہ جائز ہے۔ مسلمانوں کو شر سے خبردار کرنا، کے لئے غیبت جائزہے' اسی کی کئی صورتیں ہیں' حدیث کے راوی کی کمزوریوں پر مطلع کرنا' گواہی دینے والے کے عیب پر مطلع کرنا' کسی نے کسی جگہ رشتہ سے متعلق مشورہ مانگ لیا تو اسے ان لوگوں کے منفی پہلوؤں کے بارے بتانا وغیرہ لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں حسد یا کوئی اور مقصد کارفرمانہ ہو' یا کسی کی کوئی کمزوری اس کے سرپرست کو بتانا کہ وہ اس کا ازالہ کرے غیبت میں شامل نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی علانیہ گناہ یا بدعت کرتاہے تو جو گناہ وہ علانیہ کرتاہے' اس کا تذکرہ جائزہے' حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کی برائی غیبت نہیں ہوتی ہے۔ ظالم حکمران' بدعتی اوراعلانیہ گناہ کرنے والا۔(۲۷) اگر کسی کا معروف لقب اس کی کسی کمزوری وعیب کے اظہار پر مبنی ہو اور کسی جگہ اس معروف لقب کے بغیر اس کا تعارف نہ ہو رہا ہو تو اس کا ذکر جائزہے' جیسے اعمش (بھینگا) اعرج لنگڑا' اعمٰی (نابینا) وغیرہ۔(۲۸)

الزام تراشی

الزام تراشی اور بہتان یہ ہے کہ جان بوجھ کر کسی بے گناہ کی طرف کوئی ناکردہ گناہ یا برائی منسوب کی جائے۔ اوراس کو مجرم ٹھہرایا جائے۔ غیبت اور بہتان میں فرق کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ "غیبت کس کو کہتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرنا جس کو وہ ناپسند کرے' کہا گیا کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب موجود ہو' جس کو میں بیان کرتاہو' تو فرمایا اگر وہ عیب اس میں موجود ہے' تو تم نے اس کی غیبت کی' اور نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان لگایا" (۲۹)

کسی پر تہمت لگانا سنگین گناہ ہے' قرآن نے بہتان کو کھلا گناہ قرار دیاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا(۳۰)

" جو مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں پر تہمت لگا کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لادا۔"

چغل خوری

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' کہ چغل خوری کا مطلب ہے کسی کے بارے میں کی ہوئی بات اس تک پہنچانا جیسے کسی کو کہنا کہ فلاں تمہارے بارے میں یوں کہہ رہاہے۔(۳۱) اسلام نے چغل خوری کو حرام ٹھہرایاہے۔ قرآن نے اس بری خصلت کی مذمت

کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ" (۳۲)

ایسے شخص کی بات نہ مانو جو بہت قسمیں کھانے والا اور بے وقعت ہے، جو طعنے دیتا ہے، چغلیاں کھاتا پھرتا ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ" (۳۳) جنت میں چغل خور داخل نہ ہو گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "احیاء العلوم" میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی انسان سے کوئی کہے کہ فلاں تیرے بارے میں یوں کہتا ہے، تو سننے والے پر چھ امور لازم ہیں۔

۱۔۔۔ اس چغل خور کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی خبر مردود ہے۔

۲۔۔۔ اس کے اس فعل سے اللہ تعالیٰ کے لئے بغض رکھے، کیونکہ چغل خوری عند اللہ مبغوض ہے۔

۳۔۔۔ اس چغل خور کو اس فعل سے منع کرے، کہ چغل خوری بری خصلت ہے، ایسا نہ کرو۔

۴۔۔۔ جس کی بات پہنچائی گئی ہو، اس کے بارے میں بد گمانی نہ کرے۔

۵۔۔۔ بات سن کر تجسس و شکایت پر تیار نہ ہو جاؤ۔

۶۔۔۔ جس کام یعنی چغل خوری سے بات پہنچانے والے کو روک رہا ہو، خود اس کام کا مرتکب نہ ہو۔ (۳۴)

تجسس

تجسس کا مطلب ہے عیوب ٹٹولنا (۳۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے عیوب ٹٹولنے کو منافقین کی خصلت قرار دیا ہے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے منبر پر چڑھ کر با آواز بلند فرمایا" اے زبان کے مومنو! مسلمانوں کی خفیہ باتوں کے پیچھے نہ پڑو۔ اور نہ ہی ان کی لغزشوں کے پیچھے لگو کیونکہ جو مسلمانوں کے عیب ٹٹولتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکی لغزشوں پر گرفت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کی لغزشوں پر گرفت کریں، اسے رسوا کرتے ہیں، خواہ وہ گھر ہی میں ہو"۔ (۳۶)

لوگوں کی باتیں ان سے چھپا کر سننا بھی تجسس کے زمرے میں ہے۔ اسلام نے اس کو حرام قرار دیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: "مَنِ اِسْتَمَعَ اِلٰی حَدِیْثِ قَوْمٍ وَھُمْ کَارِھُوْنَ صُبَّ فِیْ اُذُنَیْہِ الْاٰنُکُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (۳۷)

"جس نے لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنیں حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں، اس کے کانوں میں قیامت کے دن سیسہ انڈیل دیا جائے گا"

قرآن و سنت نے تجسس کرنے اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑنے سے منع ہونے کا حکم دیا ہے، اور اس عمل کو حرام ٹھہرایا ہے کیونکہ اس سے مقصود دوسروں کی عزت پر حملہ کرنا ہوتا ہے۔

سرگوشی

اسلام امن و بھائی چارے، محبت، اخوت، عزت و احترام اور باہمی تعاون کا دین ہے اس لیے اسلام اپنے پیروکاروں کو حکم دیتا ہے کہ

ان امور سے بچیں جو دوسروں کی پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اپنی امت کو سرگوشی سے بھی منع فرمایا ہے۔ کیونکہ جب دو ساتھی آپس میں سرگوشی کرتے ہیں تو تیسرا ساتھی ضرور پریشان ہو گا اور یہ سوچے گا کہ میرے ساتھی کیا مشورہ کر رہے ہیں۔ دوسروں کو تکلیف اور پریشانی سے بچانے کی خاطر اسلام نے سرگوشی کو ممنوع ٹھہرایا ہے۔

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "اِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَۃً فَلَا یَتَنَاجَ اِثْنَانِ دُوْنَ الْآخَرِ حَتّٰی تَخْتَلِطُوْا بِالنَّاسِ مِنْ اَجْلِ اَنَّ ذَالِکَ یُحْزِنُہٗ" (۳۸) جب تم تین ہو تو ایک کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کرو کیونکہ یہ عمل اس تیسرے کو پریشان کرے گا' ہاں بہت سارے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہو تو اجازت ہے' سنن ابی داؤد میں یہ اضافہ ہے' حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ان کے شاگرد ابو صالح نے پوچھا اگر چار ہوں تو پھر سرگوشی کا کیا حکم ہے؟ فرمایا پھر کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳۹)

بے جا تنقیدیں

قرآن نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ دوسروں کی طرف باتیں منسوب کرنے کی بجائے اپنی طرف منسوب کریں' سورۃ یٰسین میں حبیب نجار کا واقعہ مذکور ہے اور ساتھ ہی اس کے داعیانہ طریقے کے ان الفاظ میں وضاحت ہوئی۔ ومالی لا اعبد الذی فطرنی (۴۰)
(مجھ کو کیا ہوا ہے کہ میں بندگی نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو بنایا")

حبیب نجار نے قوم کو اس لئے مخاطب نہیں کیا تا کہ وہ اشتعال میں نہ آئے حالانکہ اس طرز بیان کا اصل مطلب تو یہی ہے کہ تم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے میں کون سا عذر ہے، ہم نے تبلیغ اور اصلاح کا یہی طریقہ چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے دعوت اور اصلاح بے اثر ہو کر رہ گئی ہے۔ آج ہم تقریر و خطاب اور وعظ و نصیحت میں غصے کا اظہار اور مخالفین پر فقرے کسنا بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہی اسلوبِ بیان معاشرے کے لئے سمِ قاتل ہے۔ معاشرے میں جو بگاڑ پیدا ہو رہی ہے اس کی ایک وجہ یہی نظر آ رہی ہے، اصلاحِ معاشرت کے سلسلے میں انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت رہی کہ انہوں نے یہی تنقید برائے تنقید سے کام نہیں لیا ہے۔ البتہ تنقید برائے تعمیر سے گریز بھی نہیں کرتے۔ جس کی وجہ سے ان کی معاشرہ ایک آئیڈیل معاشرہ بن گئی۔

خلاصہ کلام یہ کہ انسان سب سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرے اور اپنے اعمال پر نظر ڈالے اور دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے اپنا جائزہ لے کہ میں کتنے نیک کام کر رہا ہوں' اور گناہوں سے کتنا بچ رہا ہوں۔

دوسروں کا مذاق اڑانا

کسی مومن کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو جائز نہیں کہ وہ کسی شخص کا مذاق اڑائے اور اس کی تضحیک کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْہُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْہُنَّ (۴۱) نہ مرد مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، سورۂ کہف کی آیت "یٰوَیْلَتَنَا مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً اِلَّآ اَحْصٰہَا" (۴۲) کی تفسیر میں رئیس المفسرین عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ صغیرہ سے مراد کسی مومن کا مسکراتے ہوئے مذاق اڑانا اور کبیرہ گناہ سے مراد کسی مومن کا قہقہہ لگا کر مذاق اڑانا

ہے۔(۴۳)

غرض یہ کہ کنایتاً اِشارتاً یا کلاماً کسی کا مذاق اڑانا اور تمسخر کرنا حرام ہے افسوس کہ ہم روزانہ ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں اور کبھی یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی یہ انتہائی گناہ کا عمل ہے' لہٰذا اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

افواہ طرازی

بے بنیاد افواہ انگیزیوں اور غلط اطلاعات کے سدِباب کے لیے اسلام نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ ہم ہر سنی سنائی بات کی نقالی نہ کریں۔ جب تک اس کی پوری تحقیق نہ ہوئی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَہَالَۃٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ (۴۴) "اے ایمان والوں! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی اہم خبر لائے، تو اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ مبادا کسی قوم پر نادانی سے جاپڑو پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔"

ان نے ان مذکورہ الفاظ میں ہمیں تحقیق کئے بغیر کسی بات پر اعتماد کرنے اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والی اقدامات سے منع کیا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس برے عمل کی وجہ معاشرے میں فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ" (۴۵) "کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کرے۔"

اس احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہر سنی سنائی بات نقل نہ کریں جب تک اس کی پوری تحقیق نہیں ہوئی ہو مختلف قسم کی ایذا رساں افواہیں، غلط بیانات اور زہریلے پروپیگنڈے ہمارے معاشرے میں جو پھیل رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ تحقیق کے بغیر بات آگے نقل کرنا ہے، روز یہی معمول ہے کہ کسی نے اگر دکان، حجرے، راستے یا گاڑی میں کوئی بات سنی تو فوراً اس بات کی اشاعت کرنا شروع کر دی۔ کیا ہم نے کبھی سوچا ہے کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں یہ واقعی درست ہے یا ہم غلط بات کی اشاعت کر کے جھوٹ جیسے عظیم گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں اس سلسلے میں میڈیا کی بھی ایک اہم ذمہ داری بنتی ہے کہ جو رپورٹ شائع ہوتی ہے اس کی صحیح تحقیق ہونی چاہئے اور تصدیق شدہ رپورٹ کو منظر عام پر لانا چاہیے۔

راز پاشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "الحدیث بینکم امانۃ" (۴۶) (تمہاری آپس کی بات امانت ہے) ایک اور جگہ ارشاد ہے "اِذا حدث الرجل الحدیث ثم التفت فھی امانۃ" (۴۷) "جب آدمی کوئی بات کہے اور چلا جائے تو وہ امانت ہے۔" ایک مجلس میں اگر کسی قسم کی بات ہوئی تو اس بات کو امانت کے طور پر رکھی جائے، اگر اس بات کو کسی کے سامنے ذکر کیا جائے یہ راز پاشی ہے۔

جن پوشیدہ باتوں کی حفاظت کرنا ضروری ہے ان میں زوجین کے درمیان خصوصی تعلق رکھنے والی باتیں بھی شامل ہیں، قرآن نے راز دار بیوی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَیۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ (۴۸) (یعنی اللہ کی حفاظت کے تحت رازوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے، اور اگر اس میں کسی کا جرر ہو تو پھر حرام ہے، اگر ضرر نہ ہو تو پھر بھی کمینہ پن ہے۔ لہذا ہر صورت میں راز پاشی سے بچنا چاہیے۔(۴۹)

برے ناموں سے پکارنا

برے القابات سے پکارنا ایک قسم کا تمسخر ہے جس سے مقصود کسی کی تذلیل ورسوائی ہوتی ہے، اچھے القابات سے ملّقب کرنا جس طرح کسی فرد یا قوم کی عزت افزائی ہے اسی طرح برے القابات کسی پر چسپان کرنا اس کی انتہائی توہین وتذلیل ہے۔ زبان کا بے جا اور غلط استعمال یہ بھی ہے کہ کسی کا برا نام رکھا جائے یا برے لقب سے موسوم کیا جائے، جو لوگ کسی کو برے نام سے پکارتے ہیں وہ ان کی حق تلفی کرتے ہیں، قرآن نے اسے سنگین گناہ قرار دیا اور اس سے بچنے کی تاکید کی ہے ارشاد ربانی ہے: ''وَلَا تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِیْمَانَ'' (۵۰) (یعنی ایک دوسرے کو برے نام نہ رکھو ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے) بعد الایمان کے اضافے سے اسی حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگر تم ایمان سے اشنانہ ہوتے اور تم سے اس قسم کے برے نام سے موسوم کرنے کی غلطی صادر ہوتی تو یہ تعجب انگیز نہ ہوتی لیکن ایمان کے بعد دوسروں کو برے القاب سے ملقب کرنا قابل تعجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برے القاب سے ملقب کرنے کی شدید وعید بیان کی ہے فرمایا: کہ کوئی شخص اپنے بھائی کو فاسق وکافر نہ کہے کیونکہ اگر وہ فاسق وکافر نہ ہوگا تو یہ تہمت خود تہمت لگانے والے پر لوٹ آئے گی۔(۵۱)

بد گوئی

بد گوئی ایک بری خصلت ہے پیغمبر علیہ السلام نے مومن کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ بد گوئی کرنے والا نہیں ہوگا ایک روایت میں حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اگر انسان میں بے حیائی اور بد گوئی والی صفت پائی جاتی ہے تو وہ بہت برا آدمی ہے،(۵۲) بد گوئی برے لوگوں کی علامت ہے اور ایک بری عادت ہے اس لئے اس سے بچنا چاہیے۔ گالی گلوچ اور بدزبانی ایک بری چیز ہے اس لئے اسلام نے اس کی ممانعت کا حکم دیا ہے اگر ایک شخص کسی کو گالی دے تو اس کے رد عمل میں وہ ضرور گالی دے گا جس کی وجہ سے دونوں کی عزت برباد ہوگی قرآن نے بتوں کو گالیاں دینے کی ممانعت اس وجہ سے کی ہے(۵۳) کہ اس کے رد عمل میں کہیں وہ لوگ آپ کے خدا کو گالی نہ دیں اس کی مزید وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے، فرمایا کہ گناہ کبیرہ میں سے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے، لوگوں کو تعجب ہوا کہ بندہ کس طرح اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے فرمایا کہ آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اسی طرح وہ کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے جواب میں وہ اسکی ماں کو گالی دیتا ہے تو اس شخص کے گناہ کیا ٹھکانہ جو اپنے ماں باپ کو دوبدو گالی دیتا ہے۔(۵۴)

جھوٹ

قصداً و عملاً یا سہواً و خطاءً کسی واقعہ کے خلاف خبر دینا جھوٹ کہلاتا ہے' چاہے وہ زبان سے ہو یا دل سے قولی ہو یا عملی اگر کوئی بات زبان سے کہی جائے اور وہ دل میں نہیں ہو' تو یہ کذب قولی یعنی زبان کا جھوٹ ہے۔ کذب عملی یہ ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ نہ کیا جائے

مطلب یہ ہے کہ قول و فعل کی عدم یکسانیت جھوٹ ہے اور یہی عمل نفاق کی علامت ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قول و عمل اور ظاہر و باطن کا اختلاف نفاق کا ایک حصہ ہے اور نفاق کی اصل و بنیاد جھوٹ ہے۔(۵۵)

جھوٹ کی برائی اور نحوست کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن نے لعنت جیسا سخت لفظ جھوٹے کے لئے استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ (۵۶) (اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر)

جھوٹی گواہی

لسانی شرارتوں میں سے ایک جھوٹی گواہی ہے۔ جھوٹی گواہی ان امور میں سے ایک ہے جن کو اسلام نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے' اگر ایک طرف اسلامی قانون میں عدل و انصاف اور سچی گواہی پر زور دیا گیا ہے۔ مثلاً: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ اَوِالْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ (۵۷) تو دوسری طرف قرآن مجید نے ان مومنوں کی تعریف بھی کی ہے جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے' وَالَّذِیْنَ لَایَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ (۵۸) اس کے ساتھ ساتھ حکم بھی دیا ہے کہ مومن لوگ اس طرح بن جائیں۔ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۵۹)

مختصر یہ کہ جھوٹی شہادت سے احتراز مومن کی شان اور اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے اور جھوٹی شہادت میں ملوث ہونا یا اس سے اجتناب نہ کرنا گناہ کبیرہ اور عظیم جرم ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب نے آیت "لَایَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ" میں یَشْھَدُوْنَ بمعنی گواہی سے لیا ہے اور معنی آیت کے یہ قرار دیئے ہیں کہ یہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے' کیونکہ جھوٹی گواہی کا گناہِ کبیرہ اور وبال عظیم ہونا قرآن و سنت میں معروف و مشہور ہے۔(۶۰)

اسی اہمیت کی بناء پر امام بخاری نے اپنی مشہور کتاب البخاری ج اول میں ایک باب "باب ما قیل فی شھادۃ الزور" کے عنوان سے منعقد کیا ہے جس میں جھوٹی گواہی / شہادت سے متعلق حدیث ذیل کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ سءِل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عن الکبائر فقال الاشراک باللّٰہ و عقوق الوالدین و قتل النفس و شھادۃ الزور (۶۱)

ترجمہ: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا (کہ کون کون سے ہیں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ اللہ کیساتھ شریک ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی' کسی کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی۔

فضول گوئی

منہ سے وہی بات نکالنی چاہیے جو مفید اور کارآمد ہو جو باتیں فضول اور عبث ہیں ان باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَایَعْنِیْہِ" (۶۲)

آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو ترک کردے۔

فضول گوئی اور لایعنی باتوں میں انسان منہ سے سب کچھ نکالتا ہے۔ فضول اور لایعنی ہر بات گناہ کا سبب بنتی ہے لیکن باتوں کے اس

طویل سلسلے میں بعض اوقات منہ سے ایسی بات نکلتی ہے جس کی وجہ سے متکلم جہنمی بن جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"إِنَّ الْعَبْدَ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مَا يَرَى أَنْ تَبْلُغَ بِهِ حَيْثُ بَلَغَتْ تَرْدِيهِ فِي النَّارِ أَرْبَعِينَ خَرِيفًا" (٦٣)

(انسان ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے جو اس کو چالیس سال کے لئے جہنم میں ڈال دیتی ہے اور اسے پرواہ ہی نہیں ہوتی۔

لایعنی باتیں اور فضول گفتگو انسان کے لیے نقصان وخسران کا سبب بنتی ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بڑا خطاکار وہ ہو گا جو لغویات میں زیادہ مشغول رہنے والا ہو۔ (٦٤)

دینی معاملات میں غیر محتاط گفتگو

لسانی آفات میں ایک دینی معاملات میں غیر محتاط گفتگو ہے۔ جو لوگ بغیر علم کے دینی موضوعات کے بارے میں رائے زنی کرتے ہیں وہ لوگ ایک پُر خطر راستے سے گزر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو زبان کے اس غلط استعمال سے ڈرایا ہے فرمایا:

" مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (٦٥)

(جس نے اپنی رائے اور خیال سے قرآن کے بارے میں کوئی بات کہی تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔)

جو لوگ بغیر علم کے دینی معاملات میں رائے زنی کرتے ہیں وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہم دین کی خدمت کر رہے ہیں، مگر فی الحقیقت وہ اپنی خدمت کے ذریعے اسلام کی جڑیں کاٹ ڈالتے ہیں، خود بھی ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں گر جاتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من افتی بغیر علم کان إثمہ علی من أفتی بہ" (٦٦)

(جس نے بغیر علم کے فتوی دیا تو گناہ اس پر ہو گا جس نے فتوی دیا۔)

آخری زمانے کی عکاسی کرتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاہل لوگ لوگوں کے مذہبی پیشوا ہوں گے تو لوگ ان سے مسائل کے بارے میں استفتا کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں، جس کی وجہ سے وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (٦٧)

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کے دور میں ایسے مذہبی سکالروں اور دانشوروں کی کمی نہیں ہے جو محض سرسری مطالعے یا قرآن وسنت کا اردو ترجمہ دیکھ کر دینی معاملات میں رائے زنی کرتے ہیں اور دینی مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑانا شروع کر دیتے ہیں اور اپنی رائے وسوچ سے دینی موضوعات پر گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

شیخی مارنا

لسانی شرارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے ہی اپنی پاک دامنی بیان کرے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے شریعت اسلامی نے منع کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"ہُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّۃٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ ہُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی(٦٨)

"وہ (اللہ تعالیٰ) تم کو خوب جانتا ہے جب بنا نکالا تم کو زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں سو مت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے ان کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے۔"

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ نے دی تو شیخی نہ مارو، اور اپنے آپ کو بہت بزرگ نہ بناؤ۔ وہ سب کی بزرگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرے میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔(٦٩) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ (نیکی) نام رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: "لَاتُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمُ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَھْلِ الْبِرِّ مِنْکُمْ" اپنی پاکی مت بیان کریں اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو جانتا ہے(٧٠)

اس آفت میں بہت سے دیندار لوگ بھی پھنس گئے ہیں۔ موقع بہ موقع اپنی نیکی ظاہر کرنا چاہتے ہیں، کبھی تہجد کا بحث، کبھی نفلی روزوں اور نوافل سے دعوائے برتری، اور کبھی تلاوت، ذکر واذکار اور دیگر عبادات سے اپنی پاک دامنی کی حکایات بیان کرتے ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخی مارنے اور دعوائے پاک دامنی کے سدِباب کے لیے نفلی روزے تو درکنار فرضی روزوں کے بیان سے بھی منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

"لَایَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ صُمْتُ رَمَضَانَ کُلَّہٗ وَقُمْتُہٗ" (٧١)

تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا رمضان روزے رکھے اور راتوں کو قیام کیا۔"

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یُزَکُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ(٧٢) (کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہے پاکیزہ کرتا ہے۔)

اپنی بڑائی اور پاک دامنی بیان کرنے سے انسان میں تکبر اور غرور پیدا ہوتا ہے۔ اصل حقیقت کو بڑھ چڑھ کر پیش کیا جاتا ہے، کمزوریوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، بڑائی کی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ امام غزالیؒ، احیاء العلوم الدین، باب آفات اللسان، ص ۵۷، ملک سراج اینڈ سنز پبلشر، لاہور، سن طباعت نامعلوم

۲۔ المومنون، ۱۔۳

۳۔ امین اصلاحی، تدبر قرآن، ج ۵ ص ۲۹۴۔۲۹۷، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۲۰۰۹

۴۔ قصص، ۵۵

۵۔ الفرقان: ۷۲

۶۔ ق: ۱۸

۷۔ الاحزاب: 70

۸۔ جدون، سعید الحق، زبان کی شرارتیں، ص ۹، صوابی، جدون پبلی کیشنز ۲۰۱۱

۹۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، اصح المطابع دہلی ۱۹۳۸ء، ج ۱، ص ۴۸

۱۰۔ علامہ العینی، عمدۃ القاری، دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۱ھ، ج ۲، ۱۳۲

۱۱۔ جدون، سعید الحق، زبان کی شرارتیں، ص ۱۰

۱۲۔ ترمذی ج ۲ ص ۳۲۱ حدیث نمبر ۱۲۴۴

۱۳۔ ترمذی ج 4 ص 666 حدیث نمبر 2501

۱۴۔ علامہ ابن ابی الدنیا، الصمت دآداب اللسان، مترجم زاہد محمود قاسمی، بیکن بکس لاہور ۲۰۰۹، ص /۴۷

۱۵۔ ایضاً، ص ۴۸

۱۶۔ ایضاً، ص 49

۱۷۔ علامہ ابن ابی الدنیا، الصمت دآداب اللسان، ص ۵۵

۱۸۔ ایضاً ص ۵۸

۱۹۔ ایضاً ص ۸۰

۲۰۔ جدون، سعید الحق، زبان کی شرارتیں، ص ۲۰، صوابی، جدون پبلی کیشنز ۲۰۱۱

۲۱۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۲۸، اصح المطابع دہلی ۱۹۳۸

۲۲۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۱۰، ص 447

۲۳۔ علامہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان، ص ۱۳۴

۲۴۔ امام غزالیؒ احیاء العلوم الدین، باب آفات اللسان، ج ۳، ص ۱۲۶

۲۵۔ الحجرات: ۱۱

۲۶۔ علامہ ابن عابدین شامی، رد المختار علی الدرر المختار، فصل فی البیع ۵ / ۲۹۰ علامہ شامی نے غیبت کے حلال و حرام مقامات اشعار میں بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں - بما یکرہ الانسان یحرم ذکرہ سوی عشرۃ حلت انت تلواحد تظلم وشر واجرح وبین مجاہداً بفسق و مجھولا وغشا لقاصد وعرف کذا

استفت عند زاجر کذاک اھتم محذر فجور معاند (کشف الباری ج۹ ص ۴۳۷)
۲۷۔ الجامع الاحکام القرآن۔ علامہ ابن العربی مالکی۔ ۳۳۹، دارالمعرفۃ، بیروت
۲۸۔ علامہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان ص ۱۴۶
۲۹۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۲۲،
۳۰۔ الاحزاب ۵۸
۳۱۔ امام غزالی، احیاء العلوم، باب آفات اللسان، ج ۳، ص ۱۲۹
۳۲۔ القلم، ۱۰۔۱۱
۳۳۔ صحیح بخاری، کتاب الادب
۳۴۔ احیاء العلوم، باب آفات اللسان، ج ۳، ص ۱۳۰
۳۵۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۱۰، ص ۵۹۱
۳۶۔ ابن ماجہ ج ۵ ص ۳۷۶
۳۷۔ صحیح بخاری، بَابُ مَن كَذَبَ فِي حُلُمِهِ۔ ج ۹ ص ۴۲، حدیث نمبر ۷۰۴۲
۳۸۔ مسلم ج ۲ ص ۲۳۱
۳۹۔ ابوداؤد ج ۳ ص ۳۷۴
۴۰۔ یٰسین۔ ۲۲
۴۱۔ الحجرات:۱۱
۴۲۔ الکہف:49
۴۳۔ علامہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان ص ۱۹۹
۴۴۔ الحجرات:۴
۴۵۔ صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۶۸
۴۶۔ علامہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان ص ۲۳۲
۴۷۔ ایضاً
۴۸۔ النساء:۳۴
۴۹۔ احیاء العلوم، امام غزالی، باب آفات اللسان، ج ۳، ص ۱۲۵۔
۵۰۔ الحجرات:۱۱
۵۱۔ صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۴۵
۵۲۔ علامہ ابن ابی الدنیا، الصمت وآداب اللسان ص ۲۱۳
۵۳۔ آل عمران:۱۰۸

۵۴۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لایسبب الرجل والدیہ ج۱، ص ۳۵۴

۵۵۔ علامہ ابن ابی الدنیا' الصمت وآداب اللسان ص ۲۶۹

۵۶۔ آل عمران:۶

۵۷۔ النساء۱۳۵

۵۸۔ الحج:۳۰

۵۹۔ الفرقان ۴۰

۶۰۔ معارف القرآن، ج۲، ص ۵۷۶، مفتی محمد شفیعؒ ادارۃ المعارف کراچی ۲۰۰۱ء

۶۱۔ صحیح بخاری' ج۱' ص ۳۶۴

۶۲۔ ترمذی ج4 ص ۳۴۴

۶۳۔ مسلم، ج۲، ص ۴۱۲

۶۴۔ علامہ ابن ابی الدنیا' الصمت وآداب اللسان ص ۴۷

۶۵۔ ترمذی ج4 ص ۳۶۴

۶۶۔ سنن اَبِي داود ج۳ ص ۳۲۱ حدیث نمبر ۳۶۵۷

۶۷۔ صحیح مسلم، ج۲، ص ۳۴۰

۶۸۔ النجم:۳۲

۶۹۔ علامہ شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ص ۷۰۰، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ پریس، سال طباعت نامعلوم

۷۰۔ مسلم ج۲۱، ص ۲۰۸

۷۱۔ سنن اَبِي داود ج۲ ص ۳۱۹ حدیث نمبر 2415

۷۲۔ النساء:۴۹